جلد ۱۶ نبوت ۱۳۵۴ ھش شمارہ ۱۱
نومبر ۱۹۷۵ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۵۴ ہش

ذی قعدہ ۱۳۹۵ ہجری نومبر ۱۹۷۵ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ پچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم
مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس
مقامِ اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۶	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۱۱

نبوت ۱۳۵۴ ہش

(۱)

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما

الحمد للہ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز مرکزِ سلسلہ میں واپس تشریف لے آئے۔ امام تنظیم کا مرکزی نقطہ ہے وہ جماعت کا محور ہے۔ اگر جماعت کو ایک جسد سے تشبیہ دی جائے تو امام اس جسد کا دل ہے وہ اس قالب کی روح ہیں۔ ہم ایک لمبا عرصہ آپ کے خطبات ارشادات اور زیارت سے محروم رہے۔ لیکن سمندر پار کے ہمارے بھائی اس نعمتِ خداوندی سے متمتع ہوتے رہے وہ حضور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے رہے۔ حضور کے کلمات سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہے۔ حضور لنڈن میں قیام فرما تھے اور انگلستان کے گوشہ گوشہ سے ہی نہیں بلکہ یورپ کے بعض دوسرے ملک سے بھی شمعِ احمدیت کے پروانے شمع کے گرد منڈلاتے رہے۔ ہم اگر عارضی طور پر معرفت کے ساغر و مینا سے محروم رہے تو دیارِ غیر میں رہنے والے ہمارے بھائی اس چشمہ سے سیر ہوتے رہے۔ ایک بار ربوہ میں جمعہ کے خطبہ سے ایک مجنون احمدی کو اٹھا دیا گیا کہ وہ جنون میں عجیب عجیب حرکات کر رہا تھا۔ جمعہ پڑھ کر باہر نکلے تو مجھے مخاطب ہو کر وہ مجنون نوجوان کہنے لگا "مولوی صاحب مجھے اٹھا دیا اور آپ بھر بھر کے پیالے پیئے"۔ یہ مجنون احمدی کا احساس تھا۔ الفضل میں ہم پڑھتے رہے کس طرح عشاق احمدیت لنڈن میں آکر اپنے آقا کی زیارت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے حضور کے اس قیام کے عرصہ میں متعدد افراد جماعت میں داخل ہوئے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا لان یھدی اللہ بک رجلاً خیر لک من

حمر النعم۔ یعنی اگر ایک آدمی بھی تیرے ذریعہ ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عربوں میں متاع گرانمایہ تھی۔ اور یہاں اس سفر میں درجنوں نئی روحیں ہدایت سے بہرہ ور ہوئیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ من بنی لله مسجداً بنی الله له بیتاً فی الجنة جس نے خدا تعالےٰ کے لئے مسجد بنائی۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ مسجد اسلام کا گھر ہے جہاں مسجد بن گئی وہاں اسلام کا جھنڈا نصب ہو گیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب روایت کیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مفتی صاحب جہاں جائیں جماعت کو تاکید فرمائیں کہ مسجد بنائیں خواہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جماعت کی زندگی اور استحکام کی علامت ہے۔ سیدنا وامامنا نصرہ اللہ بنصرہ العزیز نے اقصائے یورپ میں سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور ایک اور ملک ناروے کے شہر اوسلو میں مسجد کی سکیم تیار فرمائی۔ دل خدا کی حمد اور شکر سے لبریز ہے۔ سر خدا کے آستانہ پر سجدہ ریز ہے کہ ہمارے امام نے عالم عیسائیت کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے ایک اور خانۂ خدا کی تعمیر کی بنیاد رکھی ؎

تجھ کو اس لطف کی اللہ جزا دے ساقی

اب دن میں پانچ بار یہاں سے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله خدا کی توحید اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہو گا۔

ہم ممبران مجلس انصار اللہ حضور کی کامیاب مراجعت پر اللہ تعالےٰ کے ان احسانات پر خدائے قدوس کا شکر ادا کرتے ہیں اور حضور کی خدمت میں اھلاً و سھلاً و مرحبا کے بعد مبارک باد پیش کرتے ہیں اور خدا سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ حضور کو کامل صحت و عافیت عطا فرمائے۔ حضور کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالےٰ کے نشانات سے لبریز ہو۔ اور اللہ تعالےٰ حضور کی زندگی میں ان وعدوں کو پورا فرمائے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح پاک سے فرمائے تھے۔ اور افراد جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہیں۔ عسر ہو یسر ہو سفر ہو حضر ہو ہر حالت میں جماعت اسلام کے جھنڈے کو سربلند رکھے۔ ہماری زندگیوں کا مقصد اشاعت اسلام ہو۔ ہم حضرت مصلح موعود کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہوں ؎ کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو۔

(۲)

زندگی کے ثبوت اور بھی ہیں۔

انصار اللہ اپنے روح پرور اجتماع میں شمولیت کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے کہ اجتماع ملتوی ہو گیا۔

ابراہیمی طیور مائل پرواز ہونے کے لئے پر تول رہے تھے کہ پرواز روک دی گئی۔ ہمارے اجتماع خالص دینی اجتماع ہوتے ہیں۔ ان کی غرض دینی روح کو زندہ رکھنا اور ایمان تازہ کرنا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے درس۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور امام زمان کے ملفوظات سامعین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتے ہیں۔ یہ اجتماع ہماری تربیت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی سیاسی یا فقہی اختلاف پر اظہار خیال نہیں ہوتا۔ اس میں حمد باری تعالےٰ اور نعت رسول کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ احباب جماعت مرکز سلسلہ میں آب حیات کے چشمے نوش کرنے کے لئے جلتے ہیں۔ یہ ہماری روحانی زندگی کا سامان بہم پہنچاتا ہے لیکن بقول حضرت علی کرم اللہ وجہ عرفت ربی بفسخ العزائم کہ میں نے اپنے عزائم کے فسخ ہونے سے خدا کو پہچانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ ایک پتہ بھی اس کے اذن کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یفعل فی شئونہ حِکَمٌ۔ خدا کے کاموں میں اس کی حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اور زیادہ خدا کے حضور جھکیں۔ ہم اس سے نصرت طلب کریں۔ ہماری پناہ۔ ہمارا مامن، ہمارا ملجا وہی ذات احدیت ہے۔ یہ ناغے یہ وقفے محبت کو مزید بڑھانے کا موجب بنتے ہیں۔ ہمارے آقا و محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ عرصہ کے لئے وحی کا نزول ملتوی ہو گیا۔ اسے اہل علم نے "فترۃ الوحی" وحی کا ناغہ کا عنوان دیا ہے لکھا ہے کہ ان دنوں حضور کا شوق و اضطراب اور توجہ الی اللہ اور بڑھی۔ خدا کی محبت کی آگ اور فروزاں ہوئی۔ یہ ناغے۔ یہ وقفے۔ یہ جبری التواء آپ کی وابستگیٔ مرکز کا تعلق تنظیم کے جذبے کو اور بڑھائینگے یہ روک آتش شوق کو مزید جلا دے گی۔ عربی میں ایک محاورہ ہے۔ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کہ زیارت میں وقفے یا ناغے سے محبت میں مزید بڑھتے جاؤ۔

اگر ایمان سلامت ہے تو یہ وقفے بھی باعث رحمت بن سکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی معاذ فرماتے ہیں۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ تو ہم حضور کو سپرد خدا کر کے گھروں کو واپس آئے۔ تو ہم نے محسوس کیا کہ دلوں کی کیفیت وہ نہیں رہی تو ہم ایک دوسرے کو کہتے۔ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً۔ آؤ ایک گھڑی باہم بیٹھ کر ایمان تازہ کریں۔ پس اپنی ہر مجلس میں خدا اور اس کے رسول کا ذکر کر کے اپنے ایمانوں کو تازہ رکھیں۔ ہر گھر مرکز احمدیت بن جائے کہ ہر لمحہ خدا اور اس کے رسول یعنی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایمان کر ہو۔ آپ کہیں ہوں۔ تجارت میں مگن ہوں یا کھیت میں ہل چلاتے ہوں۔ سفر میں ہوں یا حضر میں ہوں۔ آپ کے کان مرکز کی آواز پر لگے ہوئے ہوں۔ امام کا ہر حکم ہر ارشاد حرز جان بنالیں۔ آپ کی آنکھ کھلی ہو یا بند آپ اپنی منزل کی طرف گامزن رہیں۔ روکیں پیدا ہونگی اللہ تعالیٰ ان روکوں کو دور کر دے گا۔ دیکھئے کیا فرمایا تھا مسیح پاک نے اپنی اس نصیحت میں جب سب سے محبوب

یعنی خلاق جہاں نے آپ کو اپنے پاس بلانے کا بلاوا بھجوایا تھا۔

"مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کریں گے۔ اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔" (الوصیت ص ۱۲)

خدا خود تمہاری حفاظت کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ سے گزریں گے۔ خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات ہے۔"

(کشتی نوح ص ۲۴)

مومن کون ہے؟

عن ابی سعیدٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا لہٗ بالایمان قال اللّٰہ تعالیٰ انّما یَعْمُرُ مساجد اللہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الآخر۔

(ترمذی ابواب التفسیر)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو وہ مسجد میں آنے کا عادی ہے تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ سات آدمیوں پر قیامت کے دن خدا کا سایہ ہوگا جس دن خدا کے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ ہوگا قَلْبُہٗ معلّقٌ بالمسجد جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہے۔ یعتاد کے بھی یہی معنے ہیں کہ وہ شخص نماز کا عادی ہے نماز کے لئے بار بار مسجد میں آتا ہے۔

نماز ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ نماز کا تارک مسلمان نہیں ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ جس نے نماز کو عمداً ترک کیا وہ کافر ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔ نماز کی پابندی نہیں ہو سکتی نہیں ہوتی جب تک خدا تعالیٰ سے محبت نہ ہو۔ اور جس شخص کو نماز کی عادت ہے وہ نماز نہیں چھوڑ سکتا۔ نماز اس کی جان ہے۔ نماز اس کی روح ہے وہ مومن ہے اس کے ایمان کی شہادت دینے کا خدا کے رسول نے حکم دیا ہے۔ یا للعجب جن کی مسجد نمازیوں سے بھری ہیں جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں مساجد تعمیر کر رہے ہیں جو غیر مسلموں کو نمازی بنا رہے ہیں اس حدیث کے سننے والے ان کے ایمان کی شہادت نہیں دیتے۔ کیا مسلمان کے لئے قال الرسول ضابطہ حیات نہیں؟

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے

(۱) "وہ انسان جو آپ محنت کرتا ہے اسے سالک کہتے ہیں اور جسے خود خدا دیوے وہ مجذوب ہوتا ہے اور جو سویا ہے تو اسے کوئی کیا کرے إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ بات سُن کر صرف کان تک رکھنے سے فائدہ نہیں ہوتا جب تک دل کو خبر نہ ہو۔ انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ مَیں نے خدا کو راضی کر لیا حالانکہ یہ بات نہیں ہوتی۔ اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرام کی اطاعت اطاعت تھی کہ جب ایک دفعہ مال کی ضرورت پڑی تو حضرت عمرؓ اپنے مال کا نصف لے آئے اور ابوبکرؓ اپنے گھر کا مال و متاع فروخت کر کے جس قدر رقم ہو سکی وہ لے آئے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ تم گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نصف۔ پھر ابوبکرؓ سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول گھر چھوڑ آیا ہوں .... کیا اطاعت ایک سہل امر ہے۔ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو۔ اور دوسرا کھلا رکھو۔"

(۲) إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ خدا نے میرے الہام میں جو طاعون کے متعلق یہ آیت رکھی ہے جو اس امر کی طرف ابھری کرتی ہے کہ تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ بڑی خوفناک بات ہے کہ انسان سُن کر کانوں تک ہی رہنے دے اور دل تک نہ پہنچے۔ بڑا ہی ظالم وہ شخص ہے جو ظاہری حالت پر خوش ہو جاتا ہے اور سچی اطاعت کی حالت نہیں دکھاتا۔" (ملفوظات جلد چہارم صہ ۷۳/۷۴)

وَاهًا لَّهُمْ قُتِلُوا لِعِزَّةِ رَبِّهِمْ

ان کے لئے آفرین ہو جو خدا کی عزت کے لئے قتل ہوئے

قَامُوا بِأَقْدَامِ الرَّسُولِ بِغَزْوِهِ
رسولؐ کے قدموں کے ساتھ جنگوں میں قائم ہوئے
حَضَرُوا جَنَابَ إِمَامِنَا الْفِدَاءِ
ہمارے امام کی جناب میں فدا ہونے کو حاضر ہوگئے

فَدَمُ الرِّجَالِ بِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ
مردوں کا خون محبت کے صدق سے
تَحْتَ السُّيُوفِ أُرِيقَ كَالْأَطْلَاءِ
تلواروں کے نیچے بہایا گیا جیسے ہرنی کے بچوں کا ہو

بَلَغَ الْقُلُوبُ إِلَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً
دکھوں سے دل حلق تک پہنچ جاتے تھے۔
تَتَخَيَّرُوا لِلّٰهِ كُلَّ عَنَاءِ
وہ تمام مصیبتیں خدا کی راہ میں اختیار کرتے ہیں

دَخَلُوا حَدِيقَةَ مِلَّةٍ غَرَّاءِ
دین روشن کے باغ میں جو چشمہ شیریں پانی والا
عَذْبِ الْمَوَارِدِ مُثْمِرِ الشَّجْرَاءِ
اور گھنے درختوں والا تھا داخل ہوگئے۔

وَفَنُوا بِحُبِّ الْمُصْطَفٰى فَبِحُبِّهِ
حبِ مصطفیٰؐ میں فنا ہوگئے اور اس کی محبت
قُطِعُوا مِنَ الْأَبْنَاءِ وَالْآبَاءِ
کے باعث بھائیوں اور باپ دادوں سے منقطع ہوگئے

قَبِلُوا لِدِينِ اللّٰهِ كُلَّ مُصِيبَةٍ
تمام مصیبتیں دین کی راہ میں قبول کرلیں
حَتّٰى رَضُوا بِمَصَائِبِ الْإِجْلَاءِ
یہاں تک کہ جلاوطنی کی مصیبت بھی خوشی سے برداشت کی

قَدْ آثَرُوا وَجْهَ النَّبِيِّ وَنُورَهُ
نبی کے نور اور دیدار کو پسند کرلیا۔
وَتَبَاعَدُوا مِنْ صُحْبَةِ الرُّفَقَاءِ
اور رفیقوں کی رفاقت سے علیحدہ ہوگئے

فِي وَقْتِ ظُلُمَاتِ الْمَفَاسِدِ نُوِّرُوا
فسادوں کی تاریکی کے وقت منور ہوئے
وَجَدُوا السَّنَا فِي اللَّيْلَةِ اللَّيْلَاءِ
کالی رات میں نور پالیا۔

نَهَبَ اللِّئَامُ نُشُوبَهُمْ فَمَلِيكُهُمْ
کمینوں نے انکی جائداد لوٹ لی اور خدا نے انکو
أَعْطٰى جَوَاهِرَ حِكْمَةٍ وَّضِيَاءِ
نور اور حکمت کے جواہرات عطا کئے۔

وَاهًا لَّهُمْ قُتِلُوا لِعِزَّةِ رَبِّهِمْ
مَاتُوا لَهُ بِصِدَاقَةٍ وَّصَفَاءِ
ان کے لئے آفرین ہو جو خدا کی عزت کے لئے قتل ہوئے اور صدق وصفا سے موت کو قبول کیا۔

(ثمرۃ الرحمٰن)

فدایت جانم اے جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان تجھ پر میری جان قربان ہو۔

درین رہ گر کشندم ور بسوزند
اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے
نتابم رو ز ایوانِ محمد
تو پھر بھی میں محمد کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیرونگا

بکارِ دین نترسم از جہانے
دین کے معاملہ میں میں سارے جہان سے بھی نہیں ڈرتا
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمد
کہ مجھ میں محمد کے ایمان کا رنگ ہے۔

بسے سہل است از دنیا بریدن
دنیا سے قطع تعلق کرنا نہایت آسان ہے
بیادِ حسن و احسانِ محمد
محمد کے حسن و احسان کو یاد کرکے۔

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من
اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے
کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمد
کیونکہ میں نے محمد کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے

دگر استاد را نامے ندانم
میں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا
کہ خواندم در دبستانِ محمد
کیونکہ میں تو محمد کے مدرسہ میں پڑھا ہوں

بدیگر دلبرے کارے ندارم
اور کسی معشوق سے مجھے واسطہ نہیں۔
کہ ہستم کشتۂ آنِ محمد
کیونکہ میں تو محمد کے ناز و ادا کا مقتول ہوں

مرا آں گوشۂ چشمے بباید
مجھے تو اسی آنکھ کی نظرِ مہر درکار ہے۔
نخواہم جز گلستانِ محمد
میں محمد کے باغ کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا

دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید!
میرے زخمی دل کو میرے پہلو میں تلاش نہ کرو
کہ بستیمش بدامانِ محمد
کہ اسے تو ہم نے محمد کے دامن سے باندھ دیا ہے،

من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم
میں طائرانِ قدس میں سے وہ اعلیٰ پرندہ ہوں۔
کہ دارد جا بہ بستانِ محمد
جو کہ محمد کے باغ میں بسیرا رکھتا ہے۔

تو جانِ ما منور کردی از عشق
تو نے عشق کی وجہ سے ہماری جان کو روشن کر دیا
فدایت جانم اے جانِ محمد
اے محمد کی جان تجھ پر میری جان فدا ہو

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ

عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کے جم غفیر کو پیغمبر خدا نے مخاطب ہوکر فرمایا اَلَا ھل بلّغتُ۔ لوگو کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا؟ اَلَا ھل بلّغتُ کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کردیا۔ تین بار آپ نے یہ گواہی طلب کی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں آپ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا۔ تب آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ۔ زمین و آسمان شاہد ہیں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

جذبۂ تبلیغ۔

نبی اور رسول خدا کے پیغمبر ہوتے ہیں وہ خدا کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور یہ ان کا فریضہ ہوتا ہے جس کے لئے وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ کسی مصلحت کا خیال کئے بغیر وہ اللہ کا پیغام سناتے ہیں اور اس راہ میں ہر صعوبت اٹھاتے ہیں۔ ہر مصیبت جھیلتے ہیں کوئی لالچ انہیں اس فرض کی ادائیگی سے ہٹا نہیں سکتا۔ انہیں اس راہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کے دور ہونے کا خدا تعالےٰ کی طرف سے یقین ہوتا ہے اور اپنے مشن کی کامیابی پر پورا بھروسہ ہوتا ہے۔

قرآن کا حکم اور صحابہؓ کی شہادت۔

قرآن مجید کی آیات میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ میرا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ نے رسول ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ بھی حکم تھا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی خدا کے پیغام سے آگاہ کریں۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ مکہ کو مرکز بنا کر تمام ماحول میں خدا کا پیغام پہنچائیں اور اس طور پر بار بار پیغام پہنچائیں کہ ان پر تمام معاملہ واضح ہو جائے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے کہ آپ نے خدا کے اس حکم پر عمل کرنے اور اس کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کیا۔

اپنی زندگی کے آخری سال میں قریباً ایک لاکھ [illegible] نے آپؐ کے پوچھنے پر کہ کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا؟ یہی جواب دیا کہ ہاں آپؐ نے پہنچا دیا۔ آپؐ نے کونسی تکلیف اور مصیبت اس راہ میں برداشت نہیں کی۔ آپؐ کے سر میں کوڑا کرکٹ ڈالا گیا۔ گلے میں پٹکا ڈال کر مروڑا گیا اڑھائی سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔ جس سے فاقہ کشی تک نوبت پہنچی۔ آپؐ کے صحابہؓ کو طرح طرح کی اذیتیں آپؐ کے سامنے دی گئیں۔ لیکن کوئی چیز آپؐ کو خدا کے احکام کی تبلیغ سے روک نہ سکی۔ مکہ میں ارقم کے گھر کو تبلیغی مرکز بنا کر آپؐ نے فریضہ تبلیغ کو جاری رکھا۔ مکہ میں عکاظ کی وادی میں زمانہ جاہلیت کی منڈی لگتی تھی۔ جس میں عرب اپنے ادب کا شعروں اور تقریروں کے ذریعہ اظہار کرتے۔ تجارت کرتے۔ خرید و فروخت کرتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے مختلف قبیلوں کے خیموں میں جا کر خدا کا پیغام پہنچاتے۔ کوئی سنتا کوئی تمسخر اڑاتا۔ لیکن آپؐ خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔ مکہ میں حج کے ایام میں بھی آپؐ لوگوں کو پیغام حق پہنچاتے رہے۔

تبلیغ احکام الٰہی میں مخالفت بھی شدید ہوئی۔ کفار قریش مکہ کے راستوں پر جا کر ڈیرے ڈال دیتے اور مکہ میں آنے والوں کو کہتے دیکھنا ہمارے ایک آدمی نے اس قسم کا دعوےٰ کیا ہے۔ اس کی باتیں دل کو لبھانے والی ہیں۔ دیکھنا اس کی بات نہ سننا اور بعض تو کانوں میں روئی ٹھونس کر مکہ میں داخل ہوتے۔ لیکن اگر خوش قسمتی سے کسی نے پیغام سن لیا تو دل میں اتر گیا۔ اور بعض دفعہ لوگ چھپ چھپ کر آتے پیغام الٰہی سنتے اور اسے قبول کرکے واپس اپنے مسکن کو لوٹ جاتے۔ شروع شروع میں بعض ایمان مخفی رکھتے۔ اور بعض علی الاعلان اس کی تبلیغ کرتے۔ اور اس ذریعہ سے بھی مختلف قبیلوں میں اسلام پھیلا۔ کفار قریش لوگوں کو کہتے محمدؐ جادوگر ہے کاہن ہے۔ مجنون ہے۔ لوگ آتے باتیں سنتے۔ اور کہتے یہ نہ کاہن ہے نہ جادوگر ہے نہ مجنون۔ چنانچہ قبیلہ شنوءۃ کا رئیس ضماد بن ثعلبہ اسی طرح مسلمان ہوا۔ وہ یہ سنکر آیا کہ محمدؐ کو جنون ہو گیا ہے۔ میں اس کا جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کروں گا۔ لیکن جب آپؐ کی وعظ سنی تو اس نے کہا یہ نہ کاہن کی باتیں ہیں نہ جادوگر کا کلام۔ نہ شاعر کا قصیدہ یہ تو دریا کی تہہ تک میں اثر کرنے والا کلام ہے اور بیعت کر لی۔ اور قبیلہ کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔

حضرت ابوذر غفاری آپؐ کی نبوت کا چرچا سنکر آئے اور چھپتے چھپاتے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سنی تو مسلمان ہو گئے۔ جا کر قبیلہ کو پیغام پہنچایا تو آدھا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

صحابہؓ مبلّغ تھے

پھر حضورؐ کا ایک یہ بھی طریق تھا کہ حضورؐ نے مختلف صحابہؓ کو تبلیغ کے لئے تیار کیا اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کیا۔ جیسے کہ مصعبؓ بن عمیر کو مدینہ میں تبلیغ کے لئے آپؐ نے بھیجا کہ تبلیغ کا کام جب وسعت اختیار کرتا ہے تو پیغامبر کے دست و بازو بھی آنریری مبلغ بنتے ہیں چنانچہ حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے مدینہ میں اسلام پھیلا اور حدیث سے ثابت ہے کہ لوگوں کی درخواست پر حضورؐ نے بعض دفعہ بعض وفود بھی تبلیغ کے لئے بھیجے۔ ان میں سے بعض کو مخالفین نے دھوکہ سے شہید بھی کر دیا۔ ان میں سے ایک مبلغ حضرت انسؓ کے ماموں حرامؓ بن ملحان تھے۔ ان کا واقعہ ہے کہ وہ کھڑے ہو کر اسلام کا پیغام پہنچا رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے آ کر ان کی کمر میں نیزہ مارا جو پیٹ کے بھی پار ہو گیا اور ساتھ ہی خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ حرام نے اپنا اوک خون سے بھرا اور منہ پر پھینکا اور فرمایا فزت ورب الکعبۃ۔ کعبہ کے خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اپنا مقصود زندگی پا لیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیز صحابی اور اپنے داماد حضرت علیؓ کو فرمایا۔

لان یھدی اللہ بک رجلاً خیرٌ لک من ان تکون لک حمر النعم

علیؓ اگر ایک شخص تیرے ذریعہ ہدایت پا جائے تو یہ چیز تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

اونٹ عربوں کے لئے بوجہ اپنے افادہ کے لئے بہت مفید اور اہم مال تھا۔ اس لئے حضورؐ نے یہ لفظ استعمال فرمایا۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو یمن تبلیغ کے لئے بھیجا۔ آپ کی تبلیغ سے یمن کے ملک میں ہر طرف سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مغیرہؓ بن شعبہ کو حضورؐ نے نجران تبلیغ کے لئے بھیجا۔

تجّار کے ذریعہ تبلیغ

مکہ اور مدینہ عربوں کی تجارتی شاہراہ پر واقع تھے۔ شمال و جنوب کے وفود جب یہاں سے گزرتے تو حضورؐ ان کو بھی جا کر تبلیغ کرتے۔ چنانچہ بحرین کے قبیلہ عبد القیس کے تاجر منقذ بن حیان تجارت کے سلسلہ میں مدینہ سے گزرے۔ حضور کی تبلیغ سنی اور مسلمان ہو گئے۔ حضور مبلغین کو جب باہر بھجواتے

تو فرماتے تبلیغ میں بشارت کا پہلو نمایاں ہو۔ لوگوں کو بدکانا اچھا نہیں۔ ان کے سامنے مشکلات اور تنگیاں بیان نہیں کرنا۔ بلکہ خدا کی رحمت اور نعمت کے پہلو کو ان کے سامنے رکھنا۔ فرمایا۔

یسّروا و لا تعسّروا بشّروا و لا تنفّروا

پھر ان مبلغین کی مساعی کے نتیجہ میں ان ملکوں اور علاقوں سے وفود حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے اور اسلام سے وابستگی کا اعلان کرتے۔ بعض تحقیق حق کے لئے آتے اور تحقیق کے بعد قبیلہ کی طرف سے اسلام کا اظہار کرتے۔ بعض اوقات تحقیق کے بعد معاملہ قبیلہ کے سامنے جا کر رکھتے جس کے نتیجہ میں قبیلہ کے سارے لوگ اسلام قبول کر لیتے۔

ہدایت کے لئے دُعا

پھر حضورؐ نے کئی لوگوں کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت عمرؓ آپؐ کی دعا کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے۔ حضور نے ابو جہل عمر بن ہشام کے لئے بھی دعا فرمائی۔ لیکن ازلی بدبخت تھا اس لئے بے نصیب رہا۔ تاریخ نے آپؐ کی اس دعا کو ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے۔

اللّھم اعزّ الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر)

اور ابن ہشام نے یہ الفاظ تاریخ میں درج کئے ہیں۔

اللّھم ایّد الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔

(ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

اے اللہ! عمر بن یعنی عمر بن الخطاب اور عمر ابن ہشام میں سے ایک کو اسلام کا فدائی بنا دے تا اسلام کو تقویت نصیب ہو۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ گھر سے تلوار سونت کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے نکلے۔ اور کسی کے یہ بتلانے پر کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہارے بہنوئی سعید مسلمان ہو چکے ہیں، وہ سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ بہنوئی کو مارا، بہن بیچ میں آ گئی تو وہ بھی پٹ گئی۔ لیکن جب اسی گھر میں بہن کے کہنے پر منہ ہاتھ دھو کر قرآن سنا تو عمرؓ کا پتھر دل پگھل گیا۔ مسلمانوں کے تبلیغی مرکز دار ارقم میں پہنچے۔ دروازہ پر دستک دی۔ اس موقعہ پر ایک صحابی نے ان کے دامن کو پکڑ کر بڑے جذبہ سے کہا عمر کیوں اسلام نہیں لاتے۔ میں نے کل ہی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے دعا کرتے سنا ہے۔ بہرحال عمرؓ آئے اور ہمیشہ کے لئے اسلام کے تابع فرمان بن گئے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ دوسی بھی کی والدہ بڑی سخت تھی۔ ابوہریرہؓ تبلیغ کرتے تو وہ حضور کو برا بھلا کہتی۔ ایک دفعہ آپ نے شائد کچھ زیادہ

ہی ابوہریرہؓ کا دل دکھایا۔ ابوہریرہؓ روتے روتے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری ماں حضور کو بُرا بھلا کہتی ہے اس کی ہدایت کے لئے دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:۔

"اے پروردگار عالم! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما"

ابوہریرہؓ گھر پلٹے دروازہ پر دستک دی تو اندر سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ ماں نے کہا ٹھہرو۔ والدہ غسل کر رہی تھیں۔ غسل کے بعد دروازہ کھولا تو یہ کہہ رہی تھیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں

دُعا کی تاثیر

میں نے وہ تمام پیرائے اور راہ بیان کی ہیں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لئے اختیار کیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اسلام جو پھیلا اور سخت سے سخت دلوں میں اس نے اثر پیدا کیا۔ یہ خدائی تقدیر سے تھا اور نتیجہ تھا میرے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اندھیری رات کی دعاؤں کا۔ اس فانی فی اللہ کی دعائیں تقدیر الٰہی سے ہم آہنگ ہوئیں اور آسمان پر ایک شور برپا ہوگیا۔ فرشتوں کی فوجیں زمین پر اتریں اور دلوں کو ہاتھ میں لے کر انہوں نے نرم کئے۔ شدید دشمن خون کے پیاسے۔ بغض و حسد کی آگ میں جلنے والے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شیدائی بن گئے۔ مسیح پاک کیا خوب فرماتے ہیں:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوگئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وآلہٖ بعدد همّه وغمّه وحُزنه لهٰذه الامة وانزل علیه انوار رحمتك الی الابد" (برکات الدعا صفحہ ۱۰-۱۱)

ثمامہ بن اثال صحابی کہتے ہیں جب تک میں نے آپؐ کو مانا نہ تھا آپؐ میرے نزدیک تمام مخلوقِ خدا سے زیادہ مبغوض تھے۔ اور جب میں نے آپ کو مان لیا آپؐ خدا کی مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ

محبوب تھے۔ بعض محبت میں بدل جاتی ہے، اور دیکھتے ہی دیکھتے انکا یہ پیغمبر سیرت اور کردار میں ہر لحاظ سے کامل تھا۔ آپؐ کی دعاؤں نے دلوں کی بنجر زمینوں سے محبت کے نخل اگائے۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہؓ خادم اسلام بن گیا۔

حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ نے اسلام کی اطاعت کا جوا پہن لیا۔ اُحد کے میدان میں درہ کی جانب سے حملہ آور ہونے والا ولید کا بیٹا خالدؓ خدا کی تلوار بن گیا۔ دلوں کے زنگ چھٹ گئے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے نتیجہ میں بیگانے اپنے بن گئے۔ حضورؐ کی تبلیغ اور نیک نمونہ سے بغض کرنے والے عاشق صادق بن گئے۔

طائف والوں کو تبلیغ۔

خدا کے پیغام کو پہنچانے کا ایک واقعہ اخیر میں بیان کر کے اس باب کو بند کرتا ہوں۔ مدینہ کی طرف ہجرت سے تھوڑا پہلے جب حضورؐ نے محسوس کیا کہ مکہ والے کما حقہ میرے پیغام پر توجہ نہیں دیتے تو آپؐ مکہ سے جانب جنوب مشرق ۴۰ میل کے فاصلہ پر طائف میں تشریف لے گئے۔ یہ علاقہ بہت سرسبز اور زرخیز تھا۔ یہاں خوشحال لوگ آباد تھے۔ حضورؐ نے دس دن یہاں ٹھہر کر گھر گھر خدا کا پیغام پہنچایا۔ آخر میں آپؐ نے یہاں کے رئیس عبد یالیل کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن اس بدبخت نے استہزا کا رویہ اختیار کیا اور کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ اس پر اس نے بس نہیں کیا بلکہ شہر کے آوارہ اوباش نوجوانوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے جھولیوں میں پتھر بھر لئے۔ اور حضورؐ پر آوازے کسنے اور پتھر برسانے شروع کئے۔ اس سنگ باری سے آپؐ کا جسم لہولہان ہو گیا۔ تین میل تک یہ نادان حضورؐ کا تعاقب کرتے رہے۔ طائف سے تین میل کے فاصلہ پر مکہ کے ایک رئیس عتبہ کا باغ تھا اس میں حضورؐ نے پناہ لی۔ ظالم طائف کو واپس ہو گئے۔ حضورؐ نے درخت کے سائے میں کھڑے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔

"اے اللہ میں اپنی کمزوری اور قلت تدبیر اور لوگوں کے بالمقابل اپنی بے بسی کی تیرے حضور شکایت کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! کمزوروں کا تو ہی ہو رہا ہے، میرا تو ہی کارساز ہے تو مجھے کس کے سپرد فرمائے گا۔ پڑ رہا گا کیا تو نے دشمن کے سپرد میرا معاملہ کر دیا ہے۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے ان تکالیف کی پرواہ نہیں کہ تیرا دامن عافیت میرے لئے وسیع ہے مجھے قسم ہے تیرے روشن

باقی دیکھیں ص۳۲ پر)

الٰہی جماعتیں اور آزمائش کی گھڑیاں

(مکرم محمد انیس الرحمٰن صاحب بنگالی مربی سلسلہ احمدیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝ (البقرہ ع ۲۰)

یعنی ہم تمہیں خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ سے ضرور آزمائیں گے۔ اور (اے رسول) تو ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر مومنین کو بتایا ہے کہ اے میرے پیارے بندو! جنہوں نے میری آواز پر لبیک کہا ہے، تم کو کبھی بھوک پیاس سے اور کبھی جانوں کے ذریعہ سے آزمایا جائے گا اور جو میری اس آزمائش میں پورے اتریں گے۔ خدا تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بڑا اجر مقدر ہے۔ اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا ہے کہ

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ

یعنی کیا لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ ان کو امتحان کے لئے بغیر چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں ایسا نہیں بلکہ ضرور ان کو آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ اگر یہ لوگ ابتلا میں پورے اتریں گے تو ان کو میں اپنی طرف سے بہت انعام و اکرام دونگا۔ اور یہ حقیقی طور پر اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔

جب ان دونوں آیتوں کی روشنی میں ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اور مختلف ادوار میں مومنوں کو مختلف پیرایہ میں آزمایا ہے۔ انبیائے کرام جب بھی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تو انہوں نے اپنی قوم کو یہی تعلیم پیش کی کہ تم خدا تعالیٰ کے عبد بن جاؤ کیونکہ وہی ایک کامل ذات ہے جو کہ پرستش کئے جانے کے قابل ہے اور باقی سب ... ہیچ ہیں۔ تمام انبیاء کو لوگوں نے جھٹلایا۔ اور ان کو قسم قسم کی ایذائیں دی گئیں۔ آج سے چودہ سو سال قبل سرزمین مکہ پر اللہ تعالیٰ نے جب سید الانبیاء، سید الاولین و الآخرین، سید ولد آدم، فخر موجودات، سرور کائنات

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو کامل کتاب دے کر اُس دنیا میں لوگوں کا ہادی اور راہ نما بنا کر مبعوث فرمایا تو آپؐ پر اور آپؐ کے ماننے والوں پر بھی جبر و تشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔ اور آپؐ کے پیروکاروں کو مختلف رنگوں میں ایذا پہنچائی گئی۔ مگر آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کے قدم متزلزل نہ ہوئے وہ راہِ حق پر ہمیشہ صبر و استقامت سے ڈٹے رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانفشانی جرأت اور بہادری کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک ایسی پاک اور مقدس جماعت عطا فرمائی۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالےٰ نے عرب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اجڈ مہذب انسان بنایا صرف مہذب انسان ہی نہیں بلکہ معزز اور کامل انسان بنا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

كَانَ الْحِجَازُ مَغَازِلَ الْغِزْلَانِ ۞ فَجَعَلْتَهُمْ فَانِينَ فِي الرَّحْمٰنِ
صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً ۞ فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

یعنی اہل حجاز جو خوبصورت عورتوں سے عشقبازی میں محو تھے تُو نے انہیں فنا فی اللہ بنا دیا۔ تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا پھر تو نے انہیں سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا

ان دونوں شعروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل عرب ہر قسم کی غلاظت اور گندگی میں پڑے ہوئے تھے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں چمکتے ہوئے ستارے اور سونے کی طرح بنا دیا۔ حضور نے اُس عظیم الشان تبدیلی اور تغیر کے متعلق فرمایا ہے ؎

أَحْيَيْتَ أَمْوَاتَ الْقُرُونِ بِجَلْوَةٍ ۞ مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ
تَرَكُوا الْغَبُوقَ وَبَدَّلُوا مِنْ ذَوْقِهِ ۞ ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْأَحْزَانِ

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو نے صدیوں کے مردوں کو اپنے ایک ہی جلوے سے زندہ کر دیا۔ کون ہے جو تیری اس شان میں تیرا نظیر ہو سکے۔ انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی۔ اور اس کے ذوق کی جگہ غم کی راتوں میں دعا کی لذت کو اختیار کر لیا۔

جس طرح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ ان کی اسی ثابت قدمی کی وجہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔
کفار اور منافقین نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک ہی ظلم کو محدود نہیں رکھا بلکہ آپؐ کے ماننے والوں کو بھی انتہائی بے دردی سے سزائیں دیں۔ حضرت بلالؓ جو کہ ایک حبشی غلام تھے کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ

حضور علیہ السلام پر ایمان لائے تو ان کے آقا ان کو گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ کر گھسیٹتے جاتے اور ان کو دُرّے مارتے جاتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کے ایک صحابی حضرت خبیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ کو میدان میں لے جاکر ہزاروں لوگوں کے سامنے بے دردی سے قتل کیا گیا۔ قتل ہونے سے قبل حضرت خبیبؓ نے یہ اشعار پڑھے ؎

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ÷ عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاءْ ÷ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

یعنی اگر میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل ہو جاؤں تو جس جانب بھی گروں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان ٹکڑوں پر بھی اپنی برکت نازل کر سکتا ہے۔

ایسے واقعات ایک دو نہیں بلکہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے ہمیں ہزاروں واقعات ایسے ملتے ہیں جن کے پڑھنے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں بھی ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو عبداللہ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کفار مکہ کی ایذا رسانیوں کے بارے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چادر سر کے نیچے رکھے بیت اللہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خدا تعالےٰ سے ہمارے لئے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے۔ آپ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ سرورِ کونین نے فرمایا۔ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا جاتا اور ایک گڑھا اس کے لئے کھود کر اس میں اس کو کھڑا کیا جاتا۔ اس کے بعد آرہ منگا کر اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے نوچا جاتا تھا جس سے ہڈیوں تک اس کا گوشت پہنچ جایا کرتا تھا۔ اس کے باوجود بھی کوئی چیز ان کو دین حق سے نہ روک سکی۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے شیدائیوں اور جاں نثاروں پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے گئے مگر انہوں نے حق وصداقت کو خیرباد نہ کہا۔ انہوں نے اپنی جانیں اسلام کی راہ میں نچھاور کر دیں۔ مگر سچائی پر آنچ تک نہ آنے دی۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مکہ والے آپؐ پر ایمان نہیں لا رہے تو آپؐ نے طائف کی طرف ہجرت کی اور ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ مگر وہ مکہ والوں سے بھی زیادہ ستمگر نکلے۔ جب آپؐ ان کے پاس تبلیغ کی غرض سے گئے۔ تو انہوں نے آپؐ کے پیچھے بستی کے لونڈے اور آپؐ پر پتھر برسائے جس سے آپؐ کا جسم مبارک زخمی اور لہولہان ہو گیا۔ آپؐ اس علاقہ سے زخمی حالت میں واپس تشریف لا رہے تھے اور اپنا خون جسم سے پونچھ رہے تھے کہ دو فرشتے آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم ان دو پہاڑیوں کے ذریعہ طائف کے رہنے والوں کو تباہ و برباد کر دیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اور پھر دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ تعالےٰ! ان کو ہدایت دے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ آپؐ کے دل میں ایک درد اور تڑپ تھی بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے آپؐ ہزاروں اور لاکھوں تکلیفیں سہتے۔ مگر پھر بھی اس ظالم قوم سے کسی قسم کی عداوت نہیں رکھتے تھے۔ یہ تھے وہ ہمدرد، شفیق غمخوار محسن اور معصوم نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالےٰ آپؐ پر ہزاروں اور لاکھوں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے قوم کی ہدایت کے لئے آپؐ کے دل میں یہ درد رہتا کہ یہ لوگ کیوں خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ اے پیارے رسول کیا تو اپنے آپ کو ان کے غم میں ہلاک کر لے گا۔ کیونکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

حضور علیہ السلام ان کے لئے دعا فرماتے کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت عطا فرما۔ آپؐ کی ہمیشہ یہ دعا ہوتی تھی کہ اے خدا ان کو ہلاک نہ کر بلکہ ان پر رحم فرما اور ان کو صحیح راہ پر آنے کی توفیق عطا فرما۔ ایک لمبے عرصہ تک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خوشنما پودہ یعنی دین اسلام کی اپنے خون سے آبیاری فرمائی۔ لیکن آج جبکہ آپؐ کو گزرے چودہ سو سال ہو چکے ہیں۔ اب پھر اسلام پر ایک نازک دَور وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اسلام دنیا سے قریباً مٹا جا رہا تھا اور اس فطری دین کو کفر و ضلالت کی دیمک کھا رہی تھی اور چاروں طرف سے دشمن اس مقدس دین پر حملہ آور تھے اور ہر ایک طرف سے اس کی بربادی کی فکر کر رہے تھے۔ اس خطرے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید ٭ دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
پیش چشمانِ شما اسلام در خاک اوفتاد ٭ چیست عذرے پیشِ حق اے مجمع متنعمین
این دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت ٭ کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کی خستہ حالت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام کے طور پر مبعوث فرمایا ہے۔ جب آپؐ نے خدا تعالےٰ کے حکم کے تحت مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا تو ہر طرف سے مخالفت کی آندھیاں چلنے لگیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت عین وقت اور عین پیشگوئی کے مطابق ہوئی۔ مگر لوگوں نے اس کی حقیقت کو نہ پہچانا۔ اور آپ کے ساتھ اور آپ کی جماعت کے ساتھ دشمنی بغض وعناد اور کینوں میں بڑھتے گئے۔ اور ہر قسم کے اعتراضات اور ہر طریق ایذا رسانی کو اختیار کیا گیا۔ اور ان کی تکذیب و تکفیر کی گئی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں پر ہنسی مذاق کیا گیا اور ان کو ایذائیں

دی گئیں۔ اسی طرح اس جماعت سے بھی ایسا ہونا مقدر تھا۔ یہ جماعت چونکہ خدا کے نام پر کھڑی ہوئی ہے اور احیاء الدین اور اقامۃ الشریعت کرنا اس جماعت کا اولین فریضہ ہے۔ لہذا اس جماعت کے ساتھ ہر قسم کے بُرے سلوک کئے جائیں گے۔

جس طرح حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کو تکلیفیں دی گئیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ سے بھی ظلم و ستم کیا گیا۔ بطور مثال آپ کے ایک صحابی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید جو کہ کابل کے رہنے والے تھے جب آپ نے سنا کہ حضرت امام مہدی سرزمین ہند میں ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ جب آپ قادیان پہنچے اور حضور اقدس سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کی صداقت کے دلائل سنے تو آپ پر صداقت واضح ہوگئی۔ اور اسے آپ نے بشرح صدر قبول کر لیا۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد جب آپ اپنے وطن کابل پہنچے۔ تو وہاں کے علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ اور کہا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ آخر شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں گڑھا کھود کر کمر تک دفن کیا اور افغانستان کا بادشاہ آپ کے پاس گیا اور کہا کہ اب بھی وقت ہے توبہ کر لو لیکن آپ نے کہا کہ میں نے امام مہدی کو مسیح اور حقیقت سمجھ کر قبول کیا ہے اس عقیدہ کو میں ہرگز ترک نہیں کر سکتا۔ جب بادشاہ نے یہ دیکھا کہ یہ شخص حق سے منہ پھیرنے والا نہیں ہے تو آخر اس کو بے دردی سے سنگسار کیا گیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی سنگساری کی خبر پہنچی تو آپ نے بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے

"اے عبد اللطیف تجھ پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ تو نے میری زندگی میں جس قسم کے صدق و اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے۔ وہ میری صداقت کے لئے ایک زبردست ثبوت ہے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے مرنے کے بعد میری جماعت کس قدر اور کس قسم کا نمونہ دکھلائیں گے۔

اسی طرح حضورؑ نے آپ کا ذکر ایک قصیدہ میں نہایت عمدہ طریق پر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے

بنگر ایں شوخی کہ از اں شیخ عجم ٭ ایں بیاباں کرد طے از یک دم

اے عبد اللطیف تو نے ایک بیاباں اور پُر خطر جنگل ایک ہی قدم میں طے کیا ہے جن کو دوسرے لوگ ہزاروں مہینوں میں طے نہیں کر سکتے۔

پس اس قسم کے ابتلاء اور آزمائشیں الٰہی جماعتوں پہ آتی رہتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ اور اس قسم کا ابتلاء اور آزمائش جماعت کی ترقی استحکام اور مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کرام کی ان قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب پیغام صلح صفحہ ۳۷ میں فرمایا ہے۔

"انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع و اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے۔ اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے۔ مگر انہوں نے ہر مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا اور بہتیرے ان میں سے ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے۔ اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے سولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کرکے رونا آتا ہے۔"

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اپنی کتاب "مذہب کے نام پر خون" کے کتابچہ کے آخر میں ان مظالم اور درد انگیز الفاظ میں احمدیوں پر مظالم اور ظلم و ستم کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ مجھے بہت پسند آیا ہے۔ ذیل میں انہی کے الفاظ میں ایک اقتباس درج کرتا ہوں۔

"انہوں نے بخوشی اس راہ میں جانیں دیں اور انتہائی صبر کے ساتھ ہر ذلت کو قبول کیا۔ ان کے منہ کالے کرکے انہیں گلیوں میں پھرایا گیا۔ گند اور کیچڑ ان پر اچھالے گئے۔ ان کے سوانگ بھرے گئے اور جوتیوں کے ہار ان کے گلوں میں ڈالے گئے۔ وہ دنیا کے ہر مکروہ گالی اور گندے الزام کا نشانہ بن گئے۔ اپنے محلوں اور گلیوں میں پھرنا دشوار ہو گیا۔ ان کے معصوم بچوں پر بھی آوازے کسے جانے لگے وہ نہیں جانتے تھے کہ کس جرم کی سزا انہیں دی جا رہی ہے۔ وہ ہر روز مدرسوں اور بازاروں سے زخمی دل اور آب دیدہ آنکھوں کے ساتھ گھروں کو لوٹتے تھے۔ ... احمدی ماں باپ نے یہ سب دیکھا اور اپنے بچوں کے زخم بھی اپنے سینوں پر کھائے پر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ آخر یہ حیرت انگیز ماجرا کیونکر گزرا اور یہ عظیم الشان صبر کی طاقت انہوں نے کہاں سے پائی۔ وہ کونسا مستحکم یقین تھا جو ان آڑے وقتوں میں ان کے دلوں کا سہارا بن گیا۔ اگر وہ دروغگو اور فتنہ پرداز جھوٹے اور دجال تھے .... اگر احمدیت ایک دوکانداری تھی اور یہ

سلسلہ انگریز کی غلامی اور دنیا کی لالچ کی خاطر قائم کیا گیا تھا۔ تو اس مقام کی خاطر دنیا کی لالچ کو انہوں نے کیسے ٹھکرا دیا اور اپنے اموال اپنی آنکھوں کے سامنے کیسے لٹتے دیکھے۔ اپنی جان اور عزت کے لئے ہر خطرہ کو کیونکر مول لیا۔ اور کیوں انہوں نے غیر متزلزل عزم اور صبر کے نمونے دکھائے۔ جن کی توفیق صرف صادق اور راستباز کو عطا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ درحقیقت وہی تھی جس کا ذکر کرتے ہوئے بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ؎

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم اے مرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

ان خطرناک دنوں میں بھی ہمارے دل اس یقین سے پُر تھے کہ آخر ایک دن محبت کو نفرت پر فتح نصیب ہو کر رہے گی۔ یہ بگڑے ہوئے تیور ضرور بدلیں گے اور روٹھے ہوئے بھائی ضرور ملیں گے۔ جذبۂ دل آخر کام آئے گا۔ اور اخلاق کی کشش انہیں بہر حال ہمارے سینوں کی طرف کھینچ لائے گی۔ ہمارے کانوں میں امام جماعت احمدیہ رضی اللہ عنہ کا یہ سکینت بخش پیغام نغمہ ریز تھا اور آج ہے کہ ؎

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو
تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

پس آفات و مصائب کے بادل آئے اور چلے گئے اور ان کی بجلیاں ہمیں جلا نہ سکیں بلکہ قطرات محبت ٹپکا کر چلی گئیں۔ یہ بادل پھر بھی آتے رہیں گے۔ مگر ہمیشہ یہ ہمیں اپنی بجلیوں

سے بے خوف قطراتِ محبت کی انتظار میں آنکھیں بچھائے ہوئے پائیں گے اور وہ دن بہت دور نہیں کہ یہ قطراتِ محبت ایسے برسیں گے کہ سب کدورتیں ڈھل جائیں گی۔ تب رحمت کے آسمانی پانی سے جل تھل بھر جائیں گے۔ اور اس رحمت کے پانی پر خدا کا عرش پھر سے قائم ہوگا۔

اس فتح اور غلبہ کا ذکر کرتے ہوئے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب فتح اسلام ص۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔ اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔" (مذہب کے نام پر خون)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر و استقامت و ہمت عطا کرے تا غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

ضروری گزارش

احبابِ کرام! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ امسال بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے مجلس انصار اللہ کا سالانہ اجتماع منعقد نہیں ہو سکا۔ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی مجالس چندہ مجلس ادا کر کے اپنا سالانہ بجٹ پورا کر دیا کرتی ہیں۔ تمام ناظمین اور زعماء سے گزارش ہے کہ اب وہ اپنی مجالس کا چندہ بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹس کے بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ ماہ دسمبر میں چونکہ سو فیصد بجٹ پورا کرنے والی اور اوّل۔ دوم اور سوم آنے والی مجالس کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ اس لئے چندہ کی فراہمی اور روانگی جلد از جلد کر کے ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ (قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

حقوق العباد اور خدا شناسی

(مکرم غلام رسول صاحب دار الحمد لاہور)

دُنیا میں حقوق و فرائض کا چرچا ہر دور اور ہر طبقہ میں ہوتا چلا آرہا ہے۔ ہر کوئی اپنے حقوق کے مطالبات منوانے میں سرگرم نظر آتا ہے۔ مگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کماحقہ دلچسپی لیتا نظر نہیں آتا بلکہ اکثر اوقات اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ الاماشاء اللہ۔ انسان کے ذمہ جو حقوق و فرائض لگائے گئے ہیں ان کو دو حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ یعنی کچھ حقوق اللہ تعالےٰ سے متعلق ہیں جو خالق و مالک کل ہے۔ اور کچھ حقوق اللہ تعالےٰ کی مخلوق سے متعلق ہیں جن میں انسان سرفہرست ہے۔ ایک انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے اپنے خالق کے احسانات کا شکر گزار ہونا ایک طبعی امر ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جُبلت القلوب علیٰ حُبّ من احسن الیہا کہ دل اُس کی محبت کی طرف مائل ہوتے ہیں جو ان سے احسان کرے۔

اسلام جیسے فطرتی مذہب نے ایسے تشکرانہ جذبات کی ادائیگی کو عبادت کا نام دیا ہے اور مخلوق کے اس باشعور حصہ کے پیدا کرنے کی غرض ہی یہ قرار دی کہ وہ اُس کے عبادت گزار بن جائیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات ۵۷)

پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ اس میں آپ کو آخر دم تک عبادت گزاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر انجام بخیر ہونے کے لئے اپنے بندوں یعنی عبادت گزاروں میں شمولیت کی ایک شرط لگادی۔ فرمایا فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ یعنی جنت یا مقام فلاح حاصل کرنے کے لئے عبد کا ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

اسلام میں عبادت گزاری کے کئی طریق ہیں جن میں سے مقدم نماز قائم کرنا ہے۔ قرآن کریم میں نماز قائم کرنے کے لئے متعدد بار ذکر موجود ہے اور نماز کی ادائیگی میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے۔ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ اور سورۂ فاتحہ کے ابتداء میں

اللہ تعالےٰ کی چار بنیادی صفات کا ذکر فرمایا۔ ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین۔ اس کے بعد بندہ اپنے آقا سے مخاطب ہو کر ایاک نعبد کہتا ہے۔ اس میں اپنی عبودیت کا اقرار مقصود ہوتا ہے۔ عبودیت کی چادر اوڑھنا ایک بہت بڑا دعوےٰ کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ عبدٌ کے معنی نباتٌ طیبٌ کے ہیں یعنی ایک ایسی گھاس جس کے کھانے سے پیاس بہت لگتی ہے مگر اس کے کھانے سے اونٹ فربہ ہو جاتا ہے اور اونٹنی کا دودھ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے کھانے پر کسی قدر تکلیف تو ضرور ہوتی ہے۔ مگر نتیجۃً مفید ہونے کی وجہ سے اسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ تعبید جو عبد کا مشتق ہے کے معنی گھوڑے کو سدھا کر جوتنے کے قابل بنا دینے کے ہیں۔ معبّدٌ ایسے راستہ کو کہتے ہیں جس پر مسلسل چلنے سے پاؤں کے نقش ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

ان معانی سے واضح ہوا کہ عبادت سے مراد ایسی مشقت ہے جس کا نتیجہ مفید نکلے۔ اس سے نفس کی ایسی تربیت ہو جس سے صفات الٰہیہ کے نقوش ظاہر ہونے شروع ہو جائیں اور بڑھتے بڑھتے یہ نقوش نمایاں ہوتے جائیں۔ یہاں تک کہ انسان اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر بننے کا شرف حاصل کرنے لگے۔ جب ہم عبادت کے اس مفہوم کے ساتھ ایاک نعبد کہتے ہیں تو یہ واقعی ایک بہت بڑا دعوےٰ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح عبد خدانمائی کا دعوےٰ کر کے ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اس سے دل ڈر جاتا ہے مگر ساتھ ہی ایاک نستعین کہنے سے ڈھارس بندھتی ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی مدد شامل حال ہو تو کچھ غم نہیں۔ اس اہم ذمہ داری کو اسی بھروسہ پر قبول کرنے کو تیار ہوتے ہیں کہ ہمارا آقا ہماری دستگیری فرمائے گا۔ اور اس اہم مقصد کے حصول میں اپنے خاص فضل و کرم سے ہماری راہنمائی فرمائے گا تب جا کر ہم حقیقی عبد بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہی کی دی ہوئی توفیق سے ہم عبادت کے اصل مفہوم کے مطابق تخلقوا باخلاق اللہ کی روشنی میں الٰہی صفات کے رنگ میں رنگین ہونے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کے معنی بھی تب ہی صحیح طور پر سمجھ میں آتے ہیں۔ عبادت میں کسی قدر مشقت تو ضرور اٹھانا پڑتی ہے۔ مگر اس سے تکلیف مالایطاق مراد نہیں اور جب اس کے نتائج بابرکت نکلیں اور روحانی قوتیں بڑھیں تو انسان اس مشقت کو خوب ذوق شوق سے برداشت کرتا چلا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ نفس رام ہو کر اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر ہر قربانی کرنے لگتا ہے۔ البتہ حقیقی عشق کے لئے سچی جستجو ضروری ہے اس کے نتیجے میں نہ صرف ظاہری رنگ میں رنگین ہوتے ہیں بلکہ اندر سے محبت الٰہی کی خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکلتی معلوم ہوتی ہے۔ اور سچی جستجو کی توفیق حقیقی عبد بننے سے ہی ملتی ہے۔ یعنی صفات الٰہیہ کے مظہر

بننے کے نتیجہ میں خشیت اللہ کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ عبادت سے خشیت اللہ پیدا ہوتی ہے۔ جس عبادت سے یہ نتیجہ نہ نکلے وہ محض مشقت ہی مشقت رہ جائے گی۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں انسان کی پیدائش کی غرض بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذی شعور مخلوق یعنی عام اور خاص انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اور عبادت کا مفہوم صفات الٰہی میں رنگین ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ انسانی پیدائش کی غرض خدا شناسی کے بعد راہ نمائی ہے۔ اور یہ غرض صرف ظاہری عبادت یعنی نماز ادا کرنے روزہ رکھنے، مال کی زکوٰۃ ادا کرنے یا شرائط کے پورا ہونے پر حج بیت اللہ کرنے سے پوری نہیں ہوتی بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا کر خدا نما بننا مقصود ہے تا جملہ احکام خداوندی اوامر و نواہی کے بجا لانے میں اپنی ساری عمر جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا خود ایک خاص عطیہ ہے اسی کوشش میں گزار دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرف توجہ دلانے کے لئے فرمایا تھا کہ "تیری نمازوں سے تیرے کام افضل ہیں"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ احکام الٰہی جو انسانی زندگی کے ہر لمحہ ہماری راہ نمائی کو موجود ہیں کی بجا آوری ہی اصل عبادت ہے اور روزمرہ کے کام کاج کو کما حقہ احسن طور پہ سرانجام دینا بھی عبادت میں شامل ہے۔ ایک خاوند کا اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح بچوں سے پیار کرنا ان کی صحیح تربیت کرنا بزرگان کی تعظیم و تکریم ہمسایہ سے نیک سلوک کرنا وغیرہ سب عبادات میں شامل ہیں۔

ظاہری عبادات تو انسانی نفس کو سدھارنے کے لئے ہیں۔ نماز میں عجز و انکساری کی مشق ہوتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر ایک قادر مطلق ہستی کے سامنے ایسے کھڑا ہونا جیسے اسے سامنے حاضر موجود دیکھ رہے ہیں۔ یا وہ عظیم ہستی اسے دیکھ رہی ہے۔ اور پھر اس کے سامنے رکوع میں خاص جذبات سے تعظیم بجا لانا اور آخر انتہائی تذلل کی حالت میں سر اس کے قدموں میں رکھ دینا انسان کے اندر سے رعونت اور کبر کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے بلکہ اس کے بیج کے پھوٹنے کا احتمال تک نہیں رہتا۔ جو شخص پنجگانہ نماز باجماعت ان جذبات سے ادا کرتا ہے۔ وہ ہر قسم کے گناہ سے بچا رہتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

روزہ ضبط نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ جائز خواہشات پر کنٹرول کرنے والا بھلا ناجائز خواہشات کو کب پاس پھٹکنے دیگا۔ اس کے التزام سے انسان کی روحانی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور پھر وہ کچھ دکھائی دینا شروع ہو جاتا ہے جو یہ ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ مالی زکوٰۃ ادا کرتے رہنے سے مال سے محبت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اپنے کمزور بھائی بندوں کو پست حالت سے اٹھا کر معاشرہ میں بلند مقام دینے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ بیت اللہ

سے جمع کرنے سے ماسوی اللہ سے انقطاع کا مزہ چکھنا مطلوب ہوتا ہے اور قومی سطح پر باہمی تعاون کے مواقع پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار کرنا ہوتا ہے۔ یہ سب ظاہری عبادات اصلاحِ نفس کے لئے تربیتی کورس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس میں سے ہر مسلمان کو گزرنا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ تربیت حاصل کرکے اللہ تعالےٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کے قابل ہوسکے اس تربیتی کورس میں استقلال لازمی ہے اس میں ذرا سی سستی سے نفس انسانی بگڑ کر بغاوت کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ اور تربیتی کورس نا تمام ہو کر بے مقصد رہ جاتا ہے۔

لیکن وہ شخص معاشرہ کے لئے ننگ ہے جو ایک مفید وجود بننے کی بجائے انسانیت سوز حرکات کا مرتکب ہو خواہ وہ کتنا ہی نمازی نظر آئے۔ اور دکھاوے کے لئے مال بھی خرچ کرے۔ بے شک حج کی رسوم بھی ادا کرے۔ ایسا آدمی امتحان میں ناکام رہا اور اس کی سب ظاہری عبادتیں بے سود۔ تو معلوم ہوا کہ مخلوقِ خدا کے لئے ایک مفید وجود بننا ہی اصل عبادت ہے اور مفید وجود بننے کے لئے اللہ تعالےٰ کی صفات کا اپنانا نہایت ضروری ہے۔ جس کے نتیجہ میں پہلا زینہ خدا شناسی اور آخری خدا نمائی ہے۔

اب دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفات کو کیونکر اپنایا جا سکتا ہے اور پھر انسان خدا شناس ہو کر خدا نما کیسے بن جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات مجموعہ صفاتِ حسنہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کے نام جو درحقیقت اس کی صفات ہی ہیں ایک سو سے زائد بیان ہوئے ہیں۔ یہ صفات ایک انسان اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے کسی حد تک اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ کی چار صفات ربّ العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم اور مالک یوم الدین کا ذکر ہے۔ باقی تمام صفاتِ الٰہی کسی نہ کسی طرح انہی چار صفات کے اندر آجاتی ہیں۔ جس طرح سورۃ فاتحہ تمام قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ اسی طرح یہ چاروں صفات تمام صفاتِ الٰہیہ کا خلاصہ ہیں۔

اب ان چار صفات کے متعلق غور کرتے ہیں کہ ایک انسان ان صفات میں کہاں تک اللہ تعالےٰ کا مظہر بن سکتا ہے۔ پہلی صفت ربّ العالمین کی ہے۔ ربّ کے معنی پرورش کرنے والا، پیدائش کے بعد ہر چیز کی ضرورت کے مطابق پرورش کا سامان خود بخود بغیر کسی کی درخواست یا خواہش کے مہیا کرنا اور اسے بتدریج پروان چڑھانا۔ اس کا دائرۂ عمل انتہائی وسیع۔ ایک عالم نہیں بلکہ کئی عالم ہیں۔ جن میں چند ایک عالم سماوی۔ عالم ارضی۔ عالم اجسام۔ عالم ارواح۔ عالم جواہر۔ عالم اعراض۔ عالم حیوانات۔ عالم نباتات۔ عالم جمادات وغیرہم۔

اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک محدود عقل و فہم والا انسان اس کا تصور بھی

نہیں کر سکتا۔ البتہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت ربوبیت کی کسی خاص طبقہ یا خاص مقام سے متعلق
نہیں ہے۔ اس لئے اگر ایک انسان ربوبیت کی صفت کے بحر بے پایاں سے ایک قطرہ ہی حاصل کرنا چاہے
تو اسے خوب یاد رکھنا ہوگا کہ اسے اپنے دائرہ اقتدار میں کسی خاص طبقہ یا خاص مقام پر نظر التفات
نہیں رکھنا بلکہ ہر طبقہ انسانیت دیگر حیوانیت اور جمادیت جہاں جہاں تک اس کی پہنچ ہو سکتی ہے اپنے
فیض سے جو در اصل اللہ تعالیٰ کا ہی عطا کردہ انعام ہے کسی چیز کو محروم نہ رہنے دے گا۔ اپنے
بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ اپنے ہمسایوں، ساتھیوں دیگر متعلقین کے بچوں کی بھی فکر کرنی ہوگی۔ جوں
جوں یہ بچے بڑے ہوتے چلے جائیں گے ان کی عمر اور ضرورت کے مطابق تربیت کے سامان جاری رکھنے
ہوں گے۔ اور یہ کام انفرادی اور اجتماعی یعنی قومی سطح پر اسی طرز پر چلانا ہوگا۔

اس کے بعد رحمانیت کی صفت کا ذکر ہے۔ رحمٰن اس ہستی کا نام ہے جو کسی کی خواہش یا درخواست
کے بغیر اس کی ضرورت کے مطابق خود بخود سامان مہیا کر دے۔ یہ صفت بھی کسی خاص طبقہ سے متعلق
نہیں بلکہ ہر انسان اور ہر حیوان پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر اور ہر قسم کے بدقماش
لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامان سے ایسے ہی مستفید ہو رہے ہیں۔ جیسے اس کے ماننے والے
نیک لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ضروریات زندگی کے مہیا کرنے میں خاص و عام میں کسی قسم کی تفریق یا تمیز
روا نہیں رکھی گئی۔ کیا کوئی مومن کہہ سکتا ہے کہ چاند سورج۔ ہوا اور پانی صرف ایک مومن بندہ کے لئے
ہی بنائے گئے ہیں اور ایک منکر ذات باری یا بدکردار شخص ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جب
رحمٰن خدا اپنے فیضانِ رحمت سے کسی کو محروم نہیں رکھتا۔ تو اس کا بندہ رحمانیت کا نقش قبول کرتے
ہوئے کیسے برداشت کرے گا۔ کہ اس کے فیض سے صرف اس کے دوست اور متعلقین ہی فائدہ اٹھائیں
اور اس کے غیر محروم رہیں۔ اسی رحمٰن کا بندہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
بندگانِ خدا کی خدمت میں بغیر اس کی خواہش یا درخواست کے مقدور بھر ہر وقت کمربستہ ہوگا۔ یہاں
تک کہ چرند پرند بلکہ نباتات اور جمادات بھی اس کے فیضِ رحمت سے محروم نہیں رہیں گے۔

رحمٰن کا بندہ سب سے پہلے اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا خود بخود خیال رکھے گا۔ ان کی
طرف سے اظہار خیال سے پہلے ہی ضروریات گھر میں موجود رکھے گا۔ پھر ہمسایوں اور قریبی رشتہ داروں
کے حالات سے آگاہ رہنے کی کوشش کرے گا تا ان کی ایسی ضروریات جو وہ خود مہیا نہ کر سکتے ہوں
انہیں مہیا کرنے میں حتی المقدور کوشش کرے گا۔ اگر خود معذور ہے تو دوسرے صاحب استطاعت
افراد یا ادارہ کو توجہ دلائے گا۔ ضروریات زندگی میں روٹی کپڑا اور مکان ہی نہیں ہوتے بلکہ ایسے

ذرائع مہیا کرنا جس سے ایک شخص خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو سکے۔ تا وہ معاشرہ پر بوجھ نہ بنا رہے۔ مادی ضروریات کے علاوہ روحانی ضروریات بھی ہوتی ہیں۔ انسان کے اخلاق کو سنوارنے کی ضرورت بھی ایک اہم ضرورت ہے۔

اخلاقی پہلو مذہبی تعلیم سے ہی درست کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم کی تعلیم کو عام رائج کرنا ہوگا۔ اپنے ماحول کے علاوہ جہاں تک پہنچ ہو اس تعلیم کے لئے باقاعدہ پروگرام کے تحت کام کرنا مناسب ہے۔ اسی طرح روح کی تربیت کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کر کے اپنے ماحول کو پاک اور صاف ستھرا رکھا جا سکتا ہے اور سب کام خود بخود بغیر کسی کی طرف سے ترغیب یا توجہ دلانے کے ہونے چاہئیں کیونکہ ہمارا رحمٰن خدا ہماری ضروریات خود بخود مہیا کر رہا ہے۔

اگر ایسا معاشرہ قائم ہو جائے جہاں چند ایسے رحمٰن کے بندے بن جائیں تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے قوم کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور یہ کام اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کے سپرد ہوتا ہے اور اس کی ضرورت ہر زمانہ میں ہوتی چلی آئی ہے۔ اس زمانہ میں یہ کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہوا ہے کہ وہ رحمٰن خدا کے بندے بنیں۔

تیسرے نمبر پر جو صفت ہمارے سامنے آتی ہے وہ رحیمیت کی صفت ہے۔ رحیم وہ خدا ہے جو ہماری تھوڑی بہت کوشش کے عوض بہتر سے بہتر نتائج پیدا کرتا ہے۔ یہ صفت صرف انسان ذی شعور سے متعلق ہے یعنی عالم مخلوق میں سے ایک خاص طبقہ جو اپنی عقل اور سمجھ سے کوئی عمل کرنے کے قابل ہے۔ پر رحیمیت کی صفت اثر انداز ہوتی ہے۔ ایک انسان دوسری مخلوق سے صرف عقل اور سمجھ کی وجہ سے ممیز نہیں بلکہ قدرت نطق بھی ایک وجہ امتیاز ہے۔ انسان اپنا مافی الضمیر زبان سے ادا کر سکتا ہے اور باقی مخلوق اس نعمت سے محروم ہے۔ اس لئے انسان کی ذمہ واریوں میں ایک اور امر کا اضافہ ہوتا ہے کہ وہ اس قوت گویائی سے اللہ تعالےٰ سے استعانت طلب کرتا رہے کہ وہ اسے اپنی ذمہ واریاں ادا کرنے کی توفیق بخشتا رہے۔ کیونکہ اس قادر مطلق کے اذن کے بغیر ایک پتہ تک نہیں ہل سکتا۔

صفت رحیمیت یہ چاہتی ہے کہ کوئی اس سے مانگے اور وہ دے۔ بغیر مانگنے یعنی کوشش اور تگ و دو کے بغیر انسان ترقیات کی منازل طے نہیں کر سکتا۔ اب دیکھیں کہ انسان اس صفت میں رنگین ہو کر باقی مخلوق کے لئے رحیم کیسے بن سکتا ہے؟

ایک مزدور کی محنت پر مقررہ معاوضہ سے کچھ زائد دینے سے اور ایک دوست کے احسان پر اس سے بڑھ کر احسان کرنے سے اسی نظریہ کے تحت ایک مومن کو السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کا ارشاد ہے۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کی طرف ایک قدم چل کر آتا ہے تو وہ رحیم خدا دس قدم دوڑ کر قریب آتا ہے۔ اس میں یہ سبق مضمر ہے کہ رحیمیت کی صفت کے مظہر بننا چاہتے ہو تو جب کوئی تمہارے ساتھ ایک بار نیک سلوک کرتا ہے تو آپ اسے عمر بھر مت بھولیں اور اس احسان کا بدلہ چکاتے چلے جائیں۔ کیسی پیاری تعلیم ہے۔ اگر اس تعلیم پر عمل شروع ہو جائے تو کیسا حسین معاشرہ قائم ہو۔ رحیمیت کی صفت ایک اور رنگ میں بھی قومی ترقیات کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ ایک مزدور کو جب اپنی کارکردگی سے بڑھ کر معاوضہ ملے گا۔ تو اس حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں اور زیادہ شوق اور انہماک سے محنت کرے گا اور ایک طرح مسابقت کی روح پیدا ہوگی۔ اور اخلاص کا جذبہ بڑھے گا۔ اور ایک منزل سے اگلی منزل قریب تر نظر آنے لگے گی۔ اس کے برعکس بے کار اور نکھٹو کی حوصلہ شکنی ہوگی ایسا آدمی اس دوڑ میں ناکام اور پھسڈی ثابت ہوگا۔ کیونکہ حرکت میں برکت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؂

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

کچھ کریں گے تو انعامات کے مستحق ہوں گے ورنہ محرومی کا شکار ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ محنت کی توفیق بخشے اور ساتھ ساتھ اس محنت کا زیادہ پھل حاصل کرنے کے لئے دعائیں بھی کرتے رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی محنت کا پھل ملا کرتا ہے ؛

چوتھے نمبر پر صفت مالکیت یوم الدین ہے۔ مالک یوم الدین وہ ہستی ہے جو انسان کے اعمال اچھے یا برے کا اجر جزا یا سزا کی شکل میں دینے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔ وہ جزا یا سزا میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی کرنے کی بھی مجاز ہے۔ کیونکہ ہمارے اعمال ظاہریت کا رنگ رکھتے ہیں۔ ان کے اسباب اور وجوہات ہمیشہ سامنے نہیں آتے۔ لیکن وہ مالک کل شئ عالم الغیب ہے۔ وہ دلوں کے بھید سے بھی واقف ہے۔ وہ ہمارے اعمال کے پیچھے ہماری نیتوں کو بھی خوب جانتا ہے اس لئے ہمارے اعمال کی جزا سزا کا صحیح فیصلہ بھی وہی ہستی کر سکتی ہے۔ بعض اوقات بظاہر مجرم بری ہوتے نظر آتے ہیں اور بعض اوقات معصوم دار کے تختہ پر چڑھتے نظر آتے ہیں۔ صحیح فیصلہ تو وہ مالک ہی کر سکتا ہے۔ جو ہر شئے کا مالک ہے جس کے سامنے ظاہر و باطن سب برابر ہیں۔ ایسا مالک حق بحقدار رسید کے مطابق صحیح معنوں میں جزا دیا سزا جیسے نازک مسئلہ کو حل کر سکتا ہے انسان

کا حلقہ ملکیت نہایت محدود ہوتا ہے۔ اس کی عقل و سمجھ محدود۔ معلومات حاصل کرنے کے ذرائع محدود ان محدود استعدادوں کے ساتھ جب انسان اپنے حلقہ ملکیت یں زیر اثر طبقہ کے متعلق جزا یا سزا کا فیصلہ کرتا ہے تو اپنی کمزوری اور عجز کا اقرار کرتے ہوئے ایاك نستعین فوراً منہ اٹھتا ہے۔ ایاك نعبد میں اپنی مقدور بھر کوشش کا ذکر ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی چاروں مذکورہ بالا صفات کے مظہر بننے کے سلسلہ میں انسان کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم کے بغیر انسان کی کوششیں ناتمام رہتی ہیں اس لئے ایاك نستعین میں اللہ تعالےٰ سے کامیابی کی توفیق ملنے کی امداد طلب کی جاتی ہے کہ اگر رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالك یوم الدین خدا کی مدد شامل حال ہوگی تو ایک کمزور انسان اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا مظہر بننے میں کوشاں ہوگا اور پھر اس کی دی ہوئی توفیق سے خدا شناس ہونے کے بعد خدا نما ہونے کی سعادت حاصل کر سکے گا ؎

سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ

چہرہ کی جس سے ظلمات دور ہوئیں اور دین و دنیا درست ہوگئی تو مجھ سے ناراض نہ ہو۔ مجھے تیری رضا درکار ہے۔ اور تیرے علاوہ کسی کو کوئی قوت اور طاقت نہیں" (ابن ہشام جلد اول ۲۸۶)

عتبہ اور شیبہ نے دیکھا تو انہیں قبیلہ داری اور قومیت کا احساس ہوا۔ انہوں نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ کشتی میں لگا کر باغ کے کچھ انگور حضورؐ کی خدمت میں پیش کئے۔ یہاں حضورؐ نے خون دھویا کچھ دیر آرام فرمایا پہاڑوں کا فرشتہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اگر حکم دیں تو پہاڑوں کے درمیان آباد اس بستی کے پہاڑوں کو باہم ٹکرا دوں اور اس بستی کو پیس کر رکھ دوں لیکن رحمۃ للعالمین نے فرمایا نہیں اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں۔ اور فرمایا ایک دن آئیگا یہ لوگ مجھے قبول کریں گے۔

غرض خدا کا برگزیدہ رسول ہر دور میں خدا کا پیغام پہنچاتا رہا۔ افراد نے آپ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ پھر قبائل میں اسلام پھیلنے لگا۔ وفود حضور کی خدمت میں آنے لگے۔ تبلیغی وفود باہر جانے شروع ہوئے۔ دیار و امصار میں اسلام کا سورج چمکنے لگا۔ بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ خدا کے برگزیدہ نبی نے ۲۳ سال تک خدا کا پیغام پہنچایا۔ ہر حالت میں تبلیغ کی۔ ہر طبقہ میں تبلیغ کی۔ ہر زمانہ میں کی اور بلا کھوں کے مجمع نے بآواز بلند کہا "آپؐ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا" خدا کے پیغام کو من وعن پہنچایا۔ نرمی سے پہنچایا محبت سے پہنچایا کسی کو اچھا لگے یا برا تبلیغ بند نہ کی تبلیغ میں کوئی سودا بازی نہ کی۔ ایک بار مخالفین نے کہا اس وحی میں سے کچھ حصہ ہمیں برا لگتا ہے یہ بدل دیں تو خدا کی طرف سے آپ کو یہی جواب آیا کہ اے رسول انہیں کہہ دے۔ یہ میرا اختیار نہیں۔ یہ میری مرضی نہیں یہ خدا کی وحی ہے جسکا پہنچانا میرا فرض ہے اور میری ساری زندگی اسکی دلیل ہے کہ میں نے اس بارہ میں کبھی سودا بازی نہیں کی ؎

ہم تیرے درپہ آئے لے کر امید بھاری

تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر میں　　یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے انکو دین‌ودولت　　کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت　　یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر　　رتبہ میں ہو یہ برتر اور بخش تاج و افسر

تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر　　یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو　　جاں پرز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو　　یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری　　میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

ہم تیرے درپہ آئے لے کر امید بھاری　　یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔